# اکائی: 2 ابن رشیق قیروانی

اکائی کے اجزاء

2.1 مقصد
2.2 تمہید
2.3 شخصی حالات
2.4 علمی خدمات
2.5 تنقیدی مقام
2.6 خلاصہ
2.7 نمونے کے امتحانی سوالات
2.8 مطالعے کے لیے رہ نما کتابیں
2.9 مشکل الفاظ کی فرہنگ

## 2.1 مقصد

اس اکائی کو پڑھ کر ہمیں پتا چلے گا کہ ابن رشیق کون تھے؟ ان کے شخصی حالات کیا تھے؟ اُن کی علمی خدمات کس نوعیت کی تھیں؟ اور ان کا تنقیدی کام کس معیار و مقام کا ہے؟ عربی تنقید کے ایک طالب کے لیے ان تمام چیزوں سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ کیوں کہ جب سے عربی تنقید کی تاریخ مدوّن ہوئی ہے، اُس وقت سے لے کر آج تک عربی تنقید کا کوئی بھی تاریخ نگار ابن رشیق کو نظر انداز نہیں کر سکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن رشیق اپنے اعلیٰ تنقیدی کام کی وجہ سے ہمیشہ اہل علم و نقد کی توجہ کا مرکز بنے رہے، اُن کی تصانیف بالخصوص ''کتاب العمدۃ''، علمی دنیا کو روشنی دیتی رہیں اور سیکڑوں سال گزرنے کے باوجود بھی اُن کی تصانیف کی بنیاد پر نئے نئے مباحث کی عمارتیں کھڑی کی جاتی رہیں۔

## 2.2 تمہید

ابن رشیق پانچویں صدی ہجری کے ایک جلیل القدر ادیب، ناقد، شاعر اور ماہر بلاغت تھے۔ انھوں نے اپنی علمی و ادبی خدمات کے ذریعے علمی دنیا پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان کی علمی تصانیف اگر چہ عام طور پر دستیاب نہیں ہو سکیں لیکن جو کچھ بھی ہے وہ اپنے آپ میں بے مثال ہے۔ ان میں سے ''کتاب العمدۃ'' کو ان کا علمی شاہ کار قرار دیا جا سکتا ہے۔ تنقید اور اس کے متعدد اصول و فروع پر مبنی یہ کتاب عربی زبان و ادب اور نقد و بلاغت کے میدان میں بہت نمایاں مقام رکھتی ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے اپنے پیش رو ناقدین کی آراء کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور ان کا جائزہ بھی لیا ہے۔ بہتر اور غیر بہتر کے پیمانے مقرر کیے ہیں اور ان پیمانوں پر اس وقت تک موجود ادبی ذخیرے کو ناپنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ابن رشیق کی حیات و خدمات کا مطالعہ کریں۔

## 2.3 شخصی حالات

ابو علی الحسن بن رشیق القیر وانی 390ھ میں الجزائر میں پیدا ہوئے۔ ان کے سنہ ولادت میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے 406ھ کو راجح قرار دیا ہے۔ ابن رشیق کے والد ایک رومی غلام تھے۔ لیکن انھوں نے اپنے بیٹے کو تعلیم کے اچھے مواقع فراہم کیے۔ ان کے والد سونے کے ایک کارخانے میں سونے کو مختلف شکلوں میں ڈھالنے کا کام کرتے تھے۔ اسی کام میں لگے لگے انھوں نے اپنے بیٹے کے اندر چھپے ہوئے سنہرے عناصر کو بھی اعلیٰ انداز سے ڈھالنے کی کوشش کی۔ اگر چہ ابن رشیق نے اپنے والد کا پیشہ بھی سیکھ رکھا تھا لیکن ابتداء ہی سے ان کا رجحان شعر و ادب کی طرف رہا۔ کہا جاتا ہے کہ ابن رشیق نے بلوغت سے پہلے ہی اشعار نظم کرنے شروع کر دیے تھے۔ کم عمری میں ہی وہ قیروان منتقل ہو گئے۔ اس زمانے میں قیروان منہاجیوں کی حکومت کا دار السلطنت تھا۔ اسی لیے وہاں

ہر جانب سے علماء فضلاء پہنچتے تھے۔ابن رشیق نے وہیں ادب،نقد،عروض، بلاغت،لغت اور نحو وصرف کے علوم حاصل کیے۔ان کے اساتذہ میں محمد ابن جعفر قزاز اور ابواسحٰق قیروانی جیسے اساطین ادب شامل ہیں۔

حصول علم کے بعد ابن رشیق کا تذکرہ ہرطرف ہونے لگا تو قیروان کے حکماء وامراء نے بھی اسے اپنے درباروں میں بلانا شروع کردیا۔ابن رشیق نے حاکم قیروان معزبن بادیس کی شان میں ایک قصیدہ کہا جس کی وجہ سے وہ حاکم کا بہت مقرب ہوگیا۔ اس کے بعد دوسرے امراء کے ہاں بھی اس کے چرچے رہنے لگے اور اُسے مختلف سرکاری ذمے داریوں کو ادا کرنے کا موقع ملا۔

قیروان میں ابن رشیق کی زندگی بہت سکون واطمینان سے گزر رہی تھی،لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ وہ پوری زندگی وہیں گزارے لہٰذا اسے قیروان چھوڑنا پڑا۔اس سلسلے میں مولانا سید ریاست علی ندوی نے لکھاہے:

ابن رشیق قیروانی:ابوعلی حسن بن رشیق قیروانی صاحب کتاب العمدہ نے آخر عمر میں صقلیہ میں توطن اختیار کرلیا تھا۔

وہ افریقہ کے علم دوست فرماں روا معزبن بادیس کے دامن سے وابستہ تھا، 423ھ میں قیروان پر عربوں کے مشہور حملہ میں المعز کی بزم علمی بھی درہم برہم ہوگئی اور افریقہ کے مختلف اہل علم وشعرا نے مختلف ملکوں کی راہ لی،اسی سلسلہ میں مختلف اہل علم صقلیہ بھی پہنچے،جن میں ابن رشیق قیروانی بھی تھا۔

ابن رشیق کے ورود صقلیہ کا صحیح زمانہ متعین کرنا دشوار ہے،بہرحال مختلف روایتوں کی کی بنیاد پر وہ 423ھ سے 449ھ تک کسی درمیانی سال میں صقلیہ پہنچا،اگرچہ یہی وہ زمانہ ہے جب صقلیہ میں بھی نارمنوں کے حملے جاری تھے اور وہ مختلف شہروں پر قابض ہوچکے تھے،لیکن جیسا کہ اسلامی حکومت کے زوال کے بیان میں معلوم ہوچکا ہے کہ صقلیہ میں نارمنوں کے حملہ سے کوئی ایسا عام انتشار پیدا نہیں ہوا تھا،کہ اس کے اثرات بیک وقت سارے جزیرے پر پڑتے،اس لیے صقلیہ کے وہ تمام مقامات جو ابھی تک نارمنوں کے زیر اثر نہیں آئے تھے اپنے اپنے خودمختار فرماں رواؤں کے ماتحت امن وامان سے تھے۔

چناں چہ وہ صقلیہ کے ساحلی شہر مازر میں قیام پذیر ہوگیا، یہاں سے اسے اندلس جانے پرآمادہ کیا گیا،مگر وہ راضی نہیں ہوا، اس کے ورود صقلیہ کا خاص سبب یہاں کے اہل علم سے اس کے دیرینہ مراسم تھے،چناں چہ صقلیہ کے اہل علم میں سے ابوعبداللہ محمد بن علی بن دباغ کاتب سے اس کی مکاتبت قائم تھی اور ورود صقلیہ کے بعد اس نے سب سے پہلے اسی کو ایک نظم میں صقلیہ میں اپنے آنے کی اطلاع دی۔

اس کے بعد اس نے یہیں مستقل توطن اختیار کرلیا اور اس وقت سے وفات تک تقریباً15، 16 برس اپنے علمی خدمات میں مصروف رہا اور مختلف کتابیں اور بلند پایہ نظمیں لکھیں جنھیں اس کے قیام صقلیہ کی یادگار کہا جاسکتا ہے۔

ابن رشیق نے مازر میں 11 سال قیام کے بعد اس پر نارمن حملے سے پہلے 463ھ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوا۔

## 2.4 علمی خدمات

## 2.4.1 شاعری

ابن رشیق کے متعلق یہ بات طے ہے کہ اس کو شعروادب کا ذوق کم عمری سے ہی تھا۔اس نے آگے چل کر شاعری شروع کی اوراس میدان میں بری شہرت حاصل کی۔اس کا دیوان دستیاب ہے اوراسے ڈاکٹر عبدالرحمٰن باغی نے جدید انداز میں مرتب کر کے شائع کیا ہے۔اس کے کلام کا برا حصہ اہل علم کے درمیان زمانی لحاظ سے مختلف فیہ رہا ہے۔یعنی کون سی نظمیں کس دور میں کہی گئیں اوران نظموں کا سیاق کیا ہے؟ اس سلسلے میں ہندستان کے دو بڑے علماء یعنی علامہ عبدالعزیز میمن اور مولانا ریاست علی ندوی کے درمیان طویل علمی بحث بھی ہوئی مولانا ریاست علی ندوی تاریخ صقلیہ پر اردو زبان کی مستند ترین کتاب تاریخ صقلیہ (دو جلدیں) کے مصنف ہیں تو دوسری طرف علامہ عبدالعزیز میمن عربی زبان وادب کے عظیم ماہر اور حیات ابن رشیق کے مصنف ہیں۔اس لیے ابن رشیق کی نظموں کے متعلق ان دونوں کی علمی بحث بڑی اہمت کی حامل ہے۔یہ پوری بحث ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ کی جلد 23، شمارہ 4 اور جلد 24، شمار 3-1 میں شائع ہوئی تھی۔

مولانا سید ریاست علی ندوی اور علامہ عبدالعزیز میمن کی گفتگو کا خلاصہ مولانا ندوی کی زبان میں ملاحظہ کیجیے۔اس سے ابن رشیق کے شعری مزاج کا بھی پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے:

نظم وقصائد: اگرچہ کسی شاعر کے کلام کے متعلق بھی بغیر کسی تصریح کے یہ بتانا دشوار ہے کہ وہ کہاں نظم کیا گیا، لیکن اس کی چند نظموں اور قصیدوں کے متعلق تاریخی شہادتوں کی بنیاد پر جوان نظموں کے سرنامہ کے طور پر مکتوب ہیں، یہ پتہ چلتا ہے کہ صقلیہ میں لکھی گئی ہیں، اس سلسلہ میں اس کی پہلی نظم وہ پیش کی جاسکتی ہے، جس کو اس نے صقلیہ آتے ہوئے جہاز ہی پر لکھا تھا۔

اس کے بعد اس نے صقلیہ پہنچ کر مازر سے اپنے قدیم صقلی دوست ابوعبداللہ محمد بن علی بن صباغ کاتب کو اپنے ورود صقلیہ کی منظوم اطلاع بھیجی، یہ نظم عمادالدین نے اپنی خریدہ میں نقل کی ہے۔

اس نے صقلیہ کی مدح میں بھی ایک نظم لکھی تھی، جس کے دو شعر ابن شباط سے مل سکے ہیں ہیں اور جنھیں لفظ صقلیہ کی تشریح میں کتاب کے شروع میں درج کیا جاچکا ہے۔

اسی طرح جب صقلیہ میں اسے 453ھ میں معزبن بادیس کی وفات کی خبر ملی تو ایک مرثیہ لکھا، جسے ابن اثیر نے نقل کیا ہے۔

اسی طرح اس کی ایک نظم ہے، جس میں عہد پیری پر ماتم، معاصی کی یاد اور قیامت میں ان کی پرسش کا خوف وغیرہ کے خیالات ادا کیے گئے ہیں اور صاحب بساط کی تصریح کے مطابق اس کا مقام نظم صقلیہ ہے، اس کے دو شعر یہ ہیں:

ولم اجد فی کتابی غیر سیئة　　　　تسوٴنی وعسیٰ ا لاسلام یسلم لی

یعنی میں اپنے نامۂ اعمال میں بجز برائیوں کے اور کچھ نہیں پاتا، جو میرے لیے نقصان رساں ہیں، شاید اسلام مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔

رجوت رحمة ربی وھی واسعة　　　　ورحمة اللہ ارجی لی من العمل

میں اپنے پروردگار کی رحمت کا خواستگار ہوں، جو سب کے لیے وسیع ہے اور اللہ کی رحمت تو اعمال سے زیادہ پر امید ہے۔
اسی طرح اس کی مختلف نظمیں ''مرثیہ قیروان''، نونیہ ہجو المعز اور اندلس نہ جانے پر اظہار معذرت کے قطعہ کے متعلق بہ تعیین معلوم ہے کہ وہ صقلیہ میں لکھی گئیں۔

### 2.4.2 تصانیف

ابن رشیق قیروانی کے متعلق یہ بات علمی دنیا میں معروف ہے کہ اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، لیکن ان میں سے چند ہی کتابیں ہم تک پہنچ سکی ہیں۔ اس کی سب سے مشہور کتاب تو کتاب العمدہ ہی ہے، جس پر ہم آگے تنقیدی مقام کے ذیل میں گفتگو کریں گے۔ باقی کتابیں، جن میں سے اکثر ادب وتنقید کے متعلق ہیں اور وہ موجودہ دنیا میں پائی بھی جاتی ہیں ان کے نام یہ ہیں:

1- كتاب الشذوذفى اللغه
2- ميزان العمل
3- الروضة الموشيه
4- كتاب المساوي
5- مختصر الموطا
6- أنموذج اللغة
7- تاريخ قيروان
8- ديوان ابن رشيق
9- كتاب العمدة
10- قراضة الذهب فى نقد أشعار العرب
11- انموذج الزمان فى شعراء القيروان
12- مساجورالكلب
13- قطع ا لأنفاس
14- سر السرور

### 2.4.3 نثر

ابن رشیق قیروانی کے متعلق یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس نے اپنی تصانیف کے ذریعے جو مقام حاصل کیا وہ عام طور پر

دوسروں کو میسر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن رشیق نے جاحظ، رومانی، ابن وکیع تجمی، مبرد، جرجانی اور مرزوقی جیسے مشاہیر کے درمیان اپنا ممتاز مقام بنالیا۔ اس کو یہ مقام دلانے میں جہاں ایک طرف تنقیدی صلاحیتوں کا دخل رہا، وہیں دوسری طرف اس کی نثر نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ آج کے معیار سے دیکھا جائے تو متعدد ادباء ابن رشیق سے آگے نظر آئیں گے کیوں کہ اب نثر کا مزاج بہت الگ ہو چکا ہے لیکن اگر ابن رشیق کے دور کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس کی نثر بہت صاف ستھری، نہایت واضح اور دل چسپ اسلوب بیان کی حامل ہوتی ہے۔ آج بھی ہم اس کی نثر پڑھتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ اس کا لطف لیتے ہیں بل کہ اس کو اس معیار پر بھی پاتے ہیں کہ اس کی اتباع کی جائے اور اس سے نثر نگاری کی تربیت لی جائے۔

نمونے کے طور پر کتاب العمدہ میں شاعر کی خصوصیات اور اوصاف پر کی گئی یہ گفتگو دیکھیے:

يجب للشاعر أن يكون متصرفاً فى أنواع الشعر: من جد وهزل، وحلو وجزل، وأن لا يكون فى النسيب أبرع منه فى الرثاء، ولا فى المديح أنفذ منه فى الهجاء، ولا فى الفتخار أبلغ منه فى ا لاعتذار، ولا فى واحد مماذكرت أبعد منه صوتاً فى سائرها؛ فإنه متى كان كذالك حكم له بالتقدم، وحاز قصب السبق، كما حازها بشار بن برد، وأبو نواس بعده۔

حكى الصاحب بن عبادة فى صدر رسالة صنها على أبى الطيب، قال: حدثنى محمد بن يوسف الحمادي، قال: حضرت بمجلس عبيدالله بن عبدالله بن طاهر و قد حضره البحتري، فقال: يا أبا عبادة، أمسلم أشعر أم أبو نواس؟ فقال: بل أبو نواس؛ لأنه يتصرف فى كل طريق، ويبرع فى كل مذهب: إن شاء جد، وإن شاء هزل، ومسلم، ومسلم يلزم طريقاً واحداً لا يتعداه، ولا يتحقق بمذهب لا يتخطاه فقال له عبيدالله: إن أحمد بن يحيى ثعلباً لا يوافقك على هذا، فقال: أيها ا لأمير، ليس هذا من علم ثعلب وأضرابه ممن يحفظ الشعر ولا يقوله؛ فإنما يعرف الشعر من دفع إلى مضايقه، فقال: وريت بك زنادي يا أبا عبادة، إن حكمك فى عميك أبى نواس و مسلم وافق حكم أبى نواس فى عميه جرير والفرزدق؛ فإنه سئل عنهما ففضل جريراً، فقيل: إن أبا عبادة لا يوافقك على

هذا، فقال: ليس هذا من علم أبى عبيدة؛ فإنما يعرفه من دفع إلى مضايق الشعر، وقد خالف البحتري أبا نواس فى الحكم بين جرير والفرزدق، فقدم الفرزدق، قيل له: كيف تقدمه وجرير أشبه طبعاً بك منه؟ فقال: إنما يمعم هذا من لا علم له بالشعر، جرير لا يعدو فى هجائه الفرزدق ذكر القين وجعثن وقتل الزبير، والفرزدق يرميه فى كل قصيدة بآبدة، حكى ذلك غير واحد من المؤلفين.

فإذا كان هذا فقد حكم له بالتصرف، وبهذا أقول أنا، وإياه أعتقد فيهما، وإذا لم يكن شعر الشاعر نمطاً واحداً لم يمله السامع، حتى إن حبيباً ادعى ذلك لنفسه فى القصيدة الواحدة فقال:

الجد والهزل فى توشيع لحمتها والنبل والسخف، والأشجان والطرب

وقد كان إسماعيل بن القاسم أبو العتاهية:

لايصلح النفس إذ كانت مصرفة إلا التصرف من حال إلى حال

وأنشد الصاحب لأبى أحمد يحيى بن على النجم فى نقد الشعر:

رب شعر نقدته مثل ما ين قد رأس الصيارف الدينارا
ثم أرسلته فكانت معانى ه وألفاظه معاً أبكارا
لو تأتى لقالة الشعر ما أس قط منه الحلو به الأشعارا
إن خير الكلام ما يستعير النا س منه ولم يكن مستعارا

وقال الجاحظ:

طلبت علم الشعر عند الأصمعى فوجدته لا يحسن إلا غريبه فرجعت إلى الأخفش فوجدته لا يتقن إلا إعرابه، فعطفت على أبى عبيدة فوجدته لا ينقل إلا ماإتصل بالأخبار، وتعلق بالأيام والأنساب، فلم أظفر بما أردت إلى عند أدباء الكتاب: كالحسن بن وهب، ومحمد بن عبدالملك الزيات.

قال الصاحب على أثر هذه الحكاية: فلله أبو عثمان، فلقد غاص على سر الشعر، واستخرج أرق من السحر.

وسأذكر بعد هذا الباب قطعة من أشعار الكتاب يظهر فيها مرماهم، ويستدل به على مغزاهم، ويعرف حسن اختيار الجاحظ فيما ذهن إليه من تفضيلهم، ويشهد لى بجودة الميز، و فرط الثبت وا لإنصاف، إن شاء الله تعالیٰ۔

## 2.5 تنقیدی مقام

تنقید کے موضوع پر ابن رشیق کی متن کتابیں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہیں ایک ''العمدہ''، دوسری ''الانموذج'' اور تیسری ''قراضۃ الذھب''۔ ان تینوں میں بھی جو مقام ''العمدہ'' کو حاصل ہوا ہے وہ دوسری کتابوں کو حاصل نہیں ہو سکا۔ بل کہ یہ کہنا بھی درست ہوگا کہ اس کتاب کو جو مقام ملا وہ کم ہی تنقیدی کتابوں کے حصے میں اس کا۔ اس کتاب کی روشنی میں ابن رشیق کے ادبی مقام کو جانچنے اور اس کے مثبت و منفی گوشوں کی نشان دہی کرتے ہوئے ڈاکٹر احسان عباس نے عمدہ گفتگو کی ہے۔ یہاں اس کے اقتباسات نقل کیے جا رہے ہیں۔

ويمكن أن نعدّ عمل ابن رشيق فى كتبه الثلاثة متكاملاً فقد حاول فى دراسته لشعراء القيروان فى كتاب ""ا لأنموذج"" أن يطبق بعض القواعد النقدية التى حشدها فى كتاب ""العمدة"" ، وعرض فى أحد الفصول ا لأخيرة من ""العمدة"" لقضية السرقة فى الشعر مورداً فيها آراء العلماء وبعض أمثلتهم ، حتى إذا تعرّض هو نفسه لتهمة السرقة عمل رسالة ""قراضة الذهب"" ليدلّ على اطلاعه ومقدر ته فى هذه الناحية، يضعه فىمصاف من تعر ضوا الهذا الموضوع من النقاد. ولكن كتاب العمدة أهمها و أبعدها أثراً ، فهو كتاب جامع من حيث أنه معرض للآ راء النقدية التى ظهرت فى المشرق حتى عصر ابن رشيق، ألّفه لأبى الحسن على بن أبى الرجال الذي كان بعدّ هو وأهل بيته برامكة افريقية، وقد ذكر فى مقدمة الكتاب أنه رأى الناس قد بوبوا الكلام فى الشعر أبواباً مبهمة وضرب كل واحد فى جهة، فجمع أحسن ما قاله كل واحد منهم فى كتابه : قال: ""وعوّلت فى أكثره على قريحة نفسى ونتيجة خاطري، خوف التكرار ورجاء ا لاختصار، إ لا ما تعلّق بالخبر وضَبَطَتْهُ الرواية فإنه لا سبيل إلى

تغير شئ من لفظه ولا معناه ... فكل مالم أسنده إلى رجل معروف باسمه ولا أحلت فيه على كتاب بعينه فهو من ذلك ... ويجب أن نفهم أن تعويله على نتيجة خاطره وقريحة نفسه لا يعنى الا بتكار، وإنما يعنى التصرّف فى النقل فيما يجوز فيه التصرف، فإذا لم يكن المنقول كذلك من خبر أو رواية فعندئذ يورده بنصّه، وقد كانت هذه الطريقة أحياناً موهمة لأنها جعلت بعض الدار سين يظن أن الآراء التى لا تسند إلى مصدر فهى من ابتكار ابن رشيق؛ وذلك خطأ لا يتبين إلا بعرض كتابه على ما سبق من كتب وآراء، وقد دلّت هذه المعارضة على أن حظ ابن رشيق من الأصالة النقدية ضئيل.

ودارس العمدة معذور إذا هو لم يستطع ردّ كل رأي إلى صاحبه لأن ابن رشيق ساق الكلام متصلًا أحياناً ، بحيث يخفى على القارئ أن خيوط النسج مأخوذة من مواضع مختلفة؛ ولأضرب هنا مثلًا واحداً، قد تجئ له أمثلة فى سياق هذا البحث ، يقول ابن رشيق: وأهل صناعة الشعر أبصر به من العلماء بآلته من نحو وغريب ومثل وما أشبه ... وقد يميّز الشر من لا يقوله، كالبزاز يميز من الشباب مالم ينسجه ... هذه العبارة توحى أن الأحكام فيها لابن رشيق؛ ولكناك تقرأ فىمواضع متباعدة بعض الشئ منمقدمة المرزوقىعلى شرح الحماسة قوله:

(1) ولو أن نقد الشعر كان يدرك بقوله لكان من يقول الشعر من العلماء أشعر الناس.

(2) ويكشف هذا أنه قد يميّز الشعر من لا يقوله

(3) والفرق بين ما يشتهى وما يشتهى وما يستجاد ظاهر بدلالة أن العارف بالبز يشتهى لبس ما ليس يستجيده.

فانظر كيف صهر ابن رشيق هذه الأقوال، فنقص الأول منها، واقتبس الثانى على حاله، وتصرّف باستخراج حكم جديد مستمد

من القولة الثالثة، وجمعها معاً فى نطاق واحد۔

ولكن ابن رشيق رغم ذلک ناقد قدير، لم تضع شخصيته بين آراء عبدالكريم والجمحى والمبرد والجاحظ وابن وكيع والرمانى ودعبل والجبر جانى والمرزوقى وابن قتيبة وقدامة والحمار السرقسطى وكثير غيرهم — سواء صرّح بأسمائهم أو لم يصرّح — ولعل ابن رشيق أبرز مثل على الناقد الذي يملک الا عجاب عن طريق شخصيته لا عن طريق الجدة فى الرأي، ولو قارنّا بينه وبين العسكري صاحب الصناعتين وهما متشابهان فى بناء مؤلَّفَيهما من كتب الآخرين وآرائهم لو جدنا العسكري مصنفاً وحسب، باهت الشخصية لا سبيل إلى عدّه ناقداً ، بينا يقف ابن رشيق بحيويته وقفة بارزة بين نقاد القرن الخامس، هذا على الرغم من أن كتاب الصناعتين أدقّ تبويباً من كتاب العمدة، غير أن العمدة يمتاز بين كتب النقد الأدبى بأنه احترى أكثر ما يريده المتأدب من حديث عن الشعر ومن حديث فى الشعر نفسه، فكل فصل فيه مستغن بنفسه حسن الايراد والاقتصاص للخبر والرأي معاً، وهذا فيما أعتقد نال الكتاب حظوة واسعة بعد القرن الخامس، وأصبح مثالًا يحتذيه من يكتبون فى علم الشعر، ومنهلًا لطلاب النقد الأدبى يدرسه الدارسون ويلخصه الملخصون، حتى نال ثناءً عريضاً من ابن خلدون، الأن المثقف الذي كان يحرص على شئٍ من المعرفة النقدية لم يعد إذا قرأه بحاجة إلى أن يقرأقدامة والآمدي والحاتمى والجرجانى، إذ استخرج ابن رشيق خير ما عندهم وأودعه كتابه، وهولاء هم أئمة النقد، فما ظنک إذا وجد فيه القارئ خلاصة الخير ما عند غيرهم أيضاً۔

اس پوری گفتگو سے ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ ابن رشیق نے ”العمدۃ“ میں تنقید کے بہت سے پیمانے اور میزان قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو آج بھی اصول تنقید کے میدان میں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ لیکن

ابن رشیق کے بنائے ہوئے بعض اصول وضوابط ایسے ہیں جن کی پابندی خود اس سے نہیں ہوسکی۔لیکن ان کوتاہیوں کی وجہ سے ابن رشیق کا اعلیٰ تنقیدی مقام متاثر نہیں ہوتا۔ابن رشیق اور ابو ہلال عسکری اپنے پیش روعلماء کے خیالات کے تجزیہ کرنے میں اگرچہ ایک دوسرے کے شابہ نظر آتے ہیں،لیکن ابن رشیق کا مقام نہایت بلند ہے۔اس بلندی کی وجہ اس کی وہ تنقیدی بصیرت ہے جو ابن خلدون کو بھی اس کی تعریف کردینے پر مجبور کردیتی ہے۔ابن رشیق کے بعد آنے والے تمام ادباء اس کے خوشہ چیں ہیں اور پانچویں صدی ہجری میں وہ تنقید کی دنیا کا بے تاج بادشاہ نظر آتا ہے۔

ابن رشیق قیروانی نے ’العمدۃ‘ میں شعر کی حدود متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں اس کا ایک اقتباس دیکھیے:

""الشعر يقوم بعد النية من أربعة أشياء، وهى: اللفظ، اللفظ، والوزن، والمعنى، والقافية، فهذا هو حد الشعر؛ لأن من الكلام موزوناً مقفى وليس بشعر؛ لعدم القصد والنية، كأشياء اتزنت من القرآن، ومن كلام النبى صلى اللّوه عليه وسلم، وغير ذلك ممالم يطلق عليه أنه شعر، والمتزن: ما عرض على الوزن فقبله، فكأن الفعل صار له، وهذه العلة سمى ما جرى هذا البجرى من ا لأفعال فعل مطاوعة، هذا هو الصحيح، وعند طائفة من أصحاب الجدل أن المنفعل والفتعل لا فاعل هما، نحو: شويت اللحم فهو منشو ومشتو، وبنيت الحائط فهو منبن، ووزنت الدينار فهو متزن ، وهذا محال لا يصح مثله فى العقول، وهو يؤدي إلى ما لا حاجة لنا به، ومعاذ اللّٰه أن يكون مواد القوم فى ذلک إ لا المجاز وا لاتساع، وإ لا فليس هذا ممايغلط فيه من رق ذهنه وصفا خاطره، وإنما جئت بهذا الفصل احتجاجاً على من زعم أن المتزن غير داخل فى الموزون، وإذا لم يعرض المتزن على الوزن فيوجد موزوناً فمن أين يعلم أنه متزن؟ وكيف يقع عليه عليه هذا ا لاسم؟ وقال بعض العلماء بهذا الشأن: بنى الشعر على أربعة أركان، وهى: المدح، والهجاء، والنسيب، والرثاء۔وقالوا: قواعد الشعر أربعة: الرغبة، والرهبة، والطرب، والغضب: فمع الرغبة يكون المدح والشكرومع الرهبة يكون ا لاعتدار وا لا ستعطاف، ومع الطرب يكون الشوق ورقة النسيب،

ومع الغضب يكون الهجاء والتوعد العتاب الموجع۔

وقال الرمانی علی بن عیسی: أكثر ما تجري عليه أغراض الشعر خمسة: النسيب، والمدح، والهجاء، والفخر، والوصف، ويدخل التشبيه وا لا ستعارة فی باب الوصف۔

وقال عبدالملک بن مروان لأرطأة بن سهية: أتقول الشعر اليوم؟ فقال: واللّٰه ما أطرب، ولا أغضب، ولا أشرب، ولا أرغب، وإنما يجیٔ الشعر عند إحداهن۔""

**اسی طرح ایک مقام پر شاعری اور شعراء کے حوالے سے دل چسپ گفتگو کرتے ہوئے لکھتا ہے:**

طبقات الشعراء أربع: جاهلی قديم، ومخضرم، وهو الذي أدرک الجاهلية وا لإسلام، وإسلامی، ومحدث۔ ثم صار المحدثون طبقات: أولی وثانية علی التدريج، وهكذا فی الهبوط إلی وقتنا هذا، فليعلم المتأخر مقدار ما بقی له من الشعر فيتصفح مقدار من قبله لينظر كم بين المخضرم والجاهلی، وبين ا لإسلامی والمخضرم، وأن المحدث ا لأول فضلًا عمن دونه دونهم فی المترلة، علی أنه أغمض مسلكاً وأرق حاشية، فإذا رأی أنه ساقة الساقة تحفظ علی نفسه، وعلم من أين يؤتی، ولم تغرره حلاوة لفظه، ولا رشاقة معناه، ففی الجاهلية ولإسلام من ذهب بكل حلاوة ورشاقة، وسبق إلی كل طلاوة ولباقة۔

قال أبوالحسن ا لأخفش: يقال: ماء خضرم، إذا تناهی فی الكثرة والسعة، فمنه سمی الرجل الذي شهدالجاهلية وا لإسلام مخضرماً، كأنه استوفی ا لأمرين، قال: ويقال : أذن مخضرمة، إذا كانت مقطوعة، فكأنه انقطع عن الجاهلية إلی ا لإسلام۔

وحكی ابن قتيبة عن عبدالرحمن عن عمه، قال: أسلم قوم فی الجاهلية علی إبل قطعوا آذانها، فسمی كل من أدرک الجاهلية وا لإسلام مخضرماً، وزعم أنه لا يكون مخضرماً حتی يكون

إسلامه بعد وفاة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وقد أدر كه كبيراً ولم يسلم، وهذا عنديخطأ؛ لأن النابغة الجعدي ولبيداً قد وقع عليهما هذا ا لاسم، وأما على بن الحسين كراع فقد حكى: شاعر مخضرم بحاء غير معجمة مأخوذ من الخضرمة، وهى الخلط؛ لأنه خلط الجاهلية با لإسلام۔

وأنشد بعض العلماء ولم يذكر قائله:

| | |
|---|---|
| الشعراء فاعلمن أربعه | فشاعر لا يرتجى لمنفعه |
| وشاعر ينشط وسط المجمعه | وشاعر آخر لا يجري معه |
| وشاعر يقال خمر فى دعه | |

وهكذا رويتها عن أبى محمد عبدالعزيز بن أبى سهل رحمه اللّٰه، وبعض الناس يرويها على خلاف هذا۔وقد قيل: لا يزال المرء مستوراً و فى مندوحة ما لم يصنع شعراً أو يؤلف كتاباً ؛ لأن شعره ترجمان علمه، وتأليفه عنوان عقله۔

وقال الجاحظ: من صنع شعراً أو وضع كتاباً فقد استهدف؛ فإن أحسن فقد استعطف، وإن أساء فقد استقذف۔

قال حسان بن ثابت، وما أدراك ما هو؟:

| | |
|---|---|
| وإن أشعر بيت أنت قائله | بيت يقال إذا أنشدته: صدقا |
| وإنما الشعر لب المرء يعرضه | على المجالس إن كيساً وإن حمقا |

وقال محمد بن مناذر وكان إماماً:

| | |
|---|---|
| لا تقل شعراً ولا تهمم به | و إذا ما قلت شعراً فأجد |

وقال شيطان الشعراء دعبل بن على:

| | |
|---|---|
| سأقضى ببيت يحمد الناس أمره | و يكثر من أهل الروايات حامله |
| يموت ردي الشعر من قبل أهله | وجيده يبقى و إن مات قائله““ |

## 2.6 خلاصه

ابن رشیق قیروانی پانچویں صدی ہجری کا ایک بے مثال ادیب اور ناقد تھا۔ قدرت نے اسے اعلیٰ تنقید کی بصیرت اور ادبی و شعری صلاحیتیں عطا فرمائیں تھیں۔ ان صلاحیتوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ابن رشیق نے علمی دنیا کو اپنے کارناموں سے مالا مال کیا۔

'العمدۃ' ابن رشیق کی تنقیدی بصیرت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوعات کی وسعت، پیش رو ناقدین کے اقوال کے تجزیے اور گیرائی و گہرائی کی وجہ سے عربی ادب کی تاریخ میں عظیم مقام کی حامل ہے۔ ہر دور میں اس کتاب سے استفادہ کیا جاتا رہا اور آج بھی یہ کتاب اہل علم کی بحث و تحقیق کا موضوع بنی ہوئی ہے۔

ابن رشیق کے علمی کارناموں اور تنقیدی تصانیف کی وجہ سے اسے نقد ادبی کی تاریخ کا جزو لاینفک سمجھا جاتا ہے۔

## 2.7 نمونے کے امتحانی سوالات

تین سطروں میں جواب دیجیے۔

1- ابن رشیق کب اور کہاں پیدا ہوا اور کب اور کہاں وفات پائی؟

2- تنقید کے متعلق ابن رشیق کی تین اہم کتابوں کے نام لکھیے

3- ابن رشیق کی شاعری کے متعلق ہندستان کے کن دو بڑے علماء کے درمیان علمی بحث ہوئی اور یہ بحث کس رسالے میں شائع ہوئی؟

پندرہ سطروں میں جواب دیجیے۔

1- ابن رشیق کے شخصی حالات لکھیے۔

2- ابن رشیق کے اعلیٰ تنقیدی مقام پر بحث کیجیے۔

3- ابن رشیق کے علمی خدمات پر ایک جامع نوٹ لکھیے۔

## 2.8 مطالعے کے لیے رہ نما کتابیں

تین سطروں میں جواب دیجیے۔

| | | |
|---|---|---|
| 1- | تاریخ النقد الأدبی عندالعرب، | ڈاکٹر احسان عباس |
| 2- | الأعلاء، | خیرالدین زرکلی |
| 3- | تاریخ صقیلہ (جلددوم) | مولانا سید ریاست علی ندوی |
| 4- | العمدۃ | ابن رشیق قیروان |

## 9. مشکل الفاظ کی فرہنگ